ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.6, Issue.4 (2023)
(October- December)

سورۃ الکہف تصوف کے آئینے میں

Afshan Naz
Dr Abdul Qayyum
Dr. Muhammad Shahid Habib
M.phil scholar at Institute of Humanities and Arts Khwaja Fareed University of Engineering & Information Technology Rahim Yar Khan at nazhassansdk@gmail.com
Assistant professor at Institute of Humanities and Arts Khwaja Fareed University of Engineering & Information Technology Rahim Yar Khan at aqmanzar@gmail.com
Assistant professor at Institute of Humanities and Arts Khwaja Fareed University of Engineering & Information Technology Rahim Yar Khan

Abstract

Sufism holds an important position in Islam. In the Qur'an and Hadith, such matters have been described in symbols and allusions or with clarity, which provides evidence for the terminology of Sufism. As in the light of Hadith Jibreel, Sufism has been described by the name of "Ehsan". Similarly, in the Holy Qur'an, there are many times mentions of such matters that draw attention to inner reformation and good morals. In the article under review, out of the entire Qur'an, only Surah Kahf is mentioned and the signs of Sufism mentioned in it are mentioned. The incident of Ashab-e-Kahf, the incident of Hazrat Musa and Hazrat Khidr, and the incident of Dhul-Qarnain, in this Surah, especially, reveals the hidden secrets of Sufism. The incident of Ashab-e-Kahf instills in youth the desire to worship Allah. Moreover, this incident teaches us to stick to the truth in all circumstances. The incident of Hazrat Musa and Hazrat Khidr points to the fact that there is a hidden wisdom of Allah Almighty in every work, whether we can understand it or not, so the good is that we accept His commandments. The incident of Dhul-Qarnain tells us that one should adopt all the worldly causes and then leave the whole matter to Allah, that He is the real doer. Because in Surah Kahf, the teachings of trust in Allah, sincerity, sincerity of intention, patience, and self-sacrifice have been clearly described in many places.

پس منظر

روز اول سے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی کے لیے سلسلہ نبوت شروع کیا- جس کی آخری کڑی ہمارے نبی محترم حضرت محمد ﷺ ہیں- جنہیں عظیم الشان کتاب یعنی قرآن مجید فرقان حمید عطا کی گئی- جو کہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے- جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے-"لارطب ولایابس الا فی کتاب مبین"

مضمون زیر نظر میں ہم سورۃ الکہف میں ارشاداتِ تصوف کے حوالے سے بحث کریں گے-

تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں میں ابتداسے ہی ایک گروہ ایسا موجود ہے جس سے تمام مقاصد دینوی سے قطع نظر کر کے اپنا نصب العین محض یاد خدا و ذکر الٰہی کو رکھا اور صدق و صفا، سلوک و احسان کے مختلف طریقوں پر عامل رہا-اور یہ گروہ صوفیہ کا گروہ کہلانے لگا-

صوفیا کا مقصود اپنے عمل کو حُسن نیت اور حُسن اخلاص کے کمال سے آراستہ کر کے اتباع شریعت کو درجہ احسان پر فائز کرنے کی سعی و تدبیر ہے یہی تصوف ہے-

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.6, Issue.4 (2023)
(October- December)

اس لیے علمی و تحقیقی اعتبار سے قرآن کو سمجھنا اور اس کے باریک بین نکات کے مطالعہ کی اہمیت بڑھ گئی ہے- اسی تناظر میں زیر نظر مضمون میں سورۃ الکہف کی تفسیر علمی و تحقیقی انداز سے پیش کی جائے گی-

تعلیمات تصوف

- توکل
- فقر
- اخلاص نیت
- صبر
- ایثار

سورۃ الکھف کا تعارف

اس سورہ کا نام پہلے رکوع کی نویں آیت اِذْ اَوَی الْفِتْیَۃُ اِلَی الْکَھْف[1]"
سے ماخوذ ہے اس نام کا مطلب یہ ہے کہ سورت جس میں کہف کا لفظ آیا ہے-[2]
اس سورت کو سورۃ کہف اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں ان لوگوں کا حیرت انگیز حال بیان ہوا ہے جو کہف یعنی غار میں تین سو نو برس تک سو کر جاگے تھے-[3]

سورۃ الکہف کا زمانہ نزول

ابن کثیر نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ پوری سورت مکہ معظمہ میں نازل ہوئی- الکہف کلھا مکیۃ-[4]

سورۃ الکھف کے اہم مضامین

1. واقعہ اصحاب کہف

ایک بت پرست بادشاہ کے زمانہ میں کچھ نوجوان ،داعیان دین حق توحید پر ایمان لائے تھے ،وہ بت پرستی اور شرک سے بیزار تھے، بادشاہ اور اس کے حواری ان پر ظلم و ستم کی بوچھاڑ کرتے تھے ،یہ مظلوم نوجوان بستی سے فرار ہو کر ایک غار میں پناہ گزین ہوگئے ،اللہ تبارک و تعالی نے ان پر گہری نیند مسلط کر دی، اور یہ لوگ تین سونو سال تک پڑے سوتے رہے، غار کے محل وقوع سے معلوم ہوتا ہے کہ ہوابقدر ضرورت اور سورج کی روشنی اس میں داخل ہوتی تھی ،مگر تپش نہ تھی، چند سال گذرنے کے

---

[1]- القرآن الحکیم الکہف: ۱۸: ۹-
[2]- مودودی ، ابو الاعلی، مولانا، تفہیم القرآن ج ۳ ص ۶-
[3]- حقانی ، عبد الحق، دہلوی، تفسیر حقانی، ج ۳ ص ۱۸۶-
[4]- ابن کثیر، عماد الدین، تفسیر ابن کثیر، ج ۳ ص ۱۱۹
[5] القرآن الحکیم الکہف: ۱۸: ۹۔
[6]- مودودی ، ابو الاعلی، مولانا، تفہیم القرآن ج ۳ ص ۶-
[7]- حقانی ، عبد الحق، دہلوی، تفسیر حقانی، ج ۳ ص ۱۸۶-
[8]- ابن کثیر، عماد الدین، تفسیر ابن کثیر، ج ۳ ص ۱۱۹-

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.6, Issue.4 (2023)
(October- December)

بعد پرست بادشاہ کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا ، جب یہ لوگ اللہ کے حکم سے نیند سے بیدار ہوئے،تو بازار میں جا کر دیکھا، تو حالات یکسر تبدیل ہو گئے تھے -

2. حضرت موسی علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ

سورۃ الکہف میں دوسرا واقعہ حضرت موسی علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا ہے، یہ قصہ آیت نمبر 60 سے شروع ہوکر آیت نمبر 82 تک ختم ہوتا ہے-

3. قصہ ذوالقرنین

متقدمین اور متاخرین اسلاف کی اکثریت کا رجحان یہ ہے کہ ذوالقرنین ایک نیک نفس اور صالح بادشاہ تھے، وہ نبی اور رسول نہ تھے ،" قال النبي صلى الله عليه وسلم لا أدري ذو القرنين كان نبيا أو لا وذكر وهب في المبتدإ أنه كان عبدا صالحا وأن الله بعثه إلى أربعة أمم أمتين بينهما طول الأرض وأمتين بينهما عرض الأرض--[5]

اشارات تصوف

آیت نمبر ایک میں لفظ "قیم "آیا ہے ،جس کے معنی" سیدھے کے "'بھی ہیں اور "سیدھا کرنے والے کے "بھی،پہلے معنی کے اعتبار سے مطلب یہ ہے ،کہ اس میں ذرا بھی کجی کی گنجائش نہیں رکھی گئی-کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ایک نقص یا کمی طرف اشارہ ہے ،جبکہ سیدھا ہونا ہی کمال ہے ،مطلب یہ ہوا کہ قرآن اپنے معنی اور الفاظ کے اعتبار سے کمال کے درجے پر ہے ،اور تعلیمات کے اعتبار سے بھی انتہائی کامل اور نقص سے پاک ہے-

"قیم" کا دوسرا معنی تہا" سیدھا کرنے والا" اس معنی کے لحاظ سے مطلب یہ ہے 'کہ قرآن کریم کی تمام تعلیمات انسان کو راہ راست پر لانے والی اور غلط طریقوں سے بچانے والی ہیں "-[6]

2-اسی طرح جناب رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذمہ داریاں ، لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لئے بے قراری کا اظہار ہے ،کیونکہ امت محمدیہ دعوتِ دین کے فریضہ کو ادا کرنے میں پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نائب ہے، اس لیے اس امت سے بھی انسانیت کی ہدایت کے لئے یہی تڑپ اور بے قراری مطلوب و مقصود ہے -

3-کائنات ارضی پر بے شمار چیزیں ایسی ہیں، جو انسان کو ظاہری طور پر نقصان دہ نظر آتی ہیں، جیسے زہریلے جانور اور پرندے وغیرہ، لیکن کوئی بھی مخلوق فائدہ سے خالی نہیں ہے، کیونکہ انسانی زندگی کے لئے سازگار اور موافق ماحول بنانے کے لیے ان مخلوقات کا بھی نہایت اہم کردار شامل ہے-

---

[9]عسقلانی ابن حجر فتح الباری دار المعرفة - بیروت، 1379، 382/6

[6]- أبو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين التيمي الرازي الملقب بفخر الدين الرازي خطيب الري (المتوفى: 606هـ) ومفاتيح الغيب دار إحياء التراث العربي - بيروت

الطبعة: الثالثة - 1420 هـ ، 20للا303-

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.6, Issue.4 (2023)
(October- December)

تصوف کے اشارات واقعہ اصحاب کہف کی روشنی میں

اس امر کی طرف اشارہ ہے، اگر تمہیں انسان کا اتنی طویل مدت تک بغیر کھانے پینے کے زندہ رہنا ،اور سوئے رہنا خلافت عادت معلوم ہوتا ہے ،تو دوسری جانب جس خالق کائنات نے سورج، چاند، سمندر، پہاڑ اور دیگر مخلوقات کو جو وجودبخشا ہے ،اور پھر وہی ذات دن رات جو زندگیوں کو وجود بخشتا ہے، پھر جسے چاہتا ہے، موت کی وادی میں اتار دیتا ہے، لہذا اس طرح کے واقعات میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے -

اس سے واضح معلوم ہوتا ہے، اگر کسی شخص کا دین اسلام پر قائم رہنا کسی جگہ پر مشکل ہو جائے، تو اپنی جان بچانے کے لئے اس کے لیے کلمہ کفر کہہ دینے کی گنجائش ہے ،لیکن کلمہ حق پر قائم رہتے ہوئے اپنی جان دے دینا بہتر ہے ،لیکن اس کے علاوہ ایک دوسرا راستہ بھی ہے، کہ اپنے دین کی حفاظت کے لیے کسی ایسی جگہ ہجرت کر جائے ،جہاں اپنے دین پر قائم رہ سکتا ہے -

قرآن مجید میں اصحاب کہف کے تذکرے میں بار بار لفظ" فتیۃ" جس کے معنی نوجوانوں کے ہیں -
اس واضح معلوم ہوتا ہے، کہ بوڑھوں اور عمر دراز لوگوں کے مقابلے میں نوجوانوں کے لیے ثابت قدم رہنے اور حق بات کے قبول کرنے کی استعداد زیادہ ہوتی ہے ،اس لیے قرآن مجید میں مذکور انبیاء کرام کے واقعات اور ان کی دعوت حق پر لبیک کہنے والے اکثر نوجوان تھے، رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی ابتدائی زمانہ میں جن لوگوں نے دعوت اسلام کو قبول کیا، ان میں سے اکثر یاسب کے سب نوجوان ہی تھے، چنانچہ اکثر سیرت نگاروں کے نزدیک ہجرت کے وقت تمام رفقاء اسلام سیاہ داڑھی والے تھے ،البتہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی داڑھی کے کچھ بال سیاہ اور کچھ سفید تھے-
دوسری طرف ایسے نوجوانوں کے لیے، جن کا شباب اللہ کے یاد میں گزرا ہو ،بروز قیامت ایسے لوگ اللہ تعالی کے سائے تلے ہوں گے -
اصحاب کہف نے اپنے نوجوان ساتھی کو شہر سے حلال کھانے کے حصول کے لیے بھیجا، لیکن اس میں کھانے کی کیفیت سے نفس کے تزکیہ کی طرف بھی اشارہ ہے ،کیونکہ تزکیہ نفس کے لائق وہی ہوسکتا ہے ،جو رزق حلال کھاتا ہو،اور یہی توکل علی اللہ کی نشانی ہے

<u>تصوف کے اشارات قصہ حضرت موسیٰ و حضرت خضر علیھما السلام کی روشنی میں</u>

دین اسلام میں تصوف ،احسان اور سلوک کے چشمے کسی تاریکی میں جاری نہیں ہوئے ،اور صوفیاءکرام کہیں بیابانوں اور جنگلوں سے نہیں اترے، بلکہ قرآن و سنت کے چشمہ حیات کو ابتدا ءسے لے کر چلے ہیں، رب کائنات نے اس دنیا میں حسن نیت کے ذریعے ہر عمل کو آخرت میں جزا پانے سے وابستہ کیا ہے، اور اسی خلوص نیت سے ہی انسان آخرت میں جزا کا مستحق قرار پاتا ہے، قرآن مجید میں کئی مقامات پر انسانی دلوں کو اچھائی اور برائی کا سرچشمہ قرار دیا گیاہے، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دائرہ عمل میں تزکیہ نفس اور دلوں کی اصلاح پر خاص زور دیا ہے، جہاں دلوں میں حسن نیت تربیت پاتی ہے ،وہیں دلوں میں بد نیتی کا کڑوا پھل بھی تیار ہوتا رہتا ہے-
انبیاء دنیا میں دلوں پر محنت کے لیے تشریف لائے تھے، تاکہ دلوں سے زنگ دور کر کے اعمال سے زندگی کا ڈھانچہ تیار کریں ،اور دلوں کی اصلاح کے ذریعے سے ان کی اعمال باطنی کی اصلاح ہو سکے، اس دنیا میں ہر ظاہری عمل کی درستی کا ذریعہ شریعت نے بتلایا ہے ،اور باطنی اعمال کی اصلاح اور ان کے سنورنے کا طریقہ طریقت میں ہے-
طریقت اور شریعت دونوں ہی ایک دریا کے کنارے ہیں، جن میں ایک ہی طرح کا پانی چل رہا ہے، لیکن ضرورت اس امر کی ہے، کہ انسان اس عملی زندگی میں اعمال کی روح تلاش کرے ،شریعت ایک عمل

کا نقشہ ہے، اور طریقت اس کی روح ہے ،اورشریعت ایک پھول ہے ،تو طریقت اس کی ایک بہترین خوشبو ہے-
شریعت ایک دستور العمل ہے ،جس کا تعلق پوری قوم سے ہوتا ہے، اور طریقت ایک راستہ ہے، جس سے افراد تیار ہوتے ہیں ،تعلیم کا ذریعہ شریعت اور تربیت کا ذریعہ طریقت ہے ،اسی طرح شریعت کے ذرائع اور ماخذ ،کتاب وسنت اور اس کے استخراجات ہیں، جبکہ طریقت کے ذرائع کبھی عرفان ،کبھی کشف اور الہام ہوتے ہیں، شریعت عالم سے اور طریقت مرشد سے سیکھی جاتی ہے ،شریعت کے علم بردار انبیاء کرام اور صدیقین جبکہ طریقت کے زیادہ تر رہنما صالحین اور اولیائے عظام ہوتے ہیں ،شریعت ہر عمل میں حلال و حرام کی تمیز سکھلاتی ہے ،اور اس کے لئے دلیل قرآن و سنت اجماع اور اجتہاد سے لانا پڑتی ہے ،اور طریقت کے راستے کبھی اپنے احساسات اور جذبات سے بھی کھلنے لگتے ہیں-

علامہ امام محمد بن سیرین (110ھ)فرماتے ہیں:
"ان هذا العلم دين فانظروا عمن تاخذون دينكم "[7]
ترجمہ: علم حدیث دین ہے، یہ دیکھ لو، کہ تم کن سے اپنا دین لے رہے ہو-
اہل طریقت شرعی مسائل میں فقہ کا دامن تھامے ہوئے ہیں، اور اس راستے میں وہ ان کے تابع ہیں، شریعت قانون کا نام ہے ،اور طریقت اس پر چلنے کا نام ہے ،یعنی چلانے والے کے بارے ،میں صرف یہ معلوم ہونا کافی ہے، کہ وہ خود کسی شیخ کامل کی تربیت میں کچھ عرصہ گزار چکا ہے ،اور اسے کس راستے میں چلانے کے لیے آگے اجازت بھی ملی ہوئی ہے ،اور سالک کے لئے اپنے مرشد کے پورے حالات کا جاننا بھی ضروری نہیں ،کہ وہ مرشد کسی خلاف شریعت امور کا دعوے دار نہ ہو، مصلح بھی ہو، صالح بھی ہو ،اگر اسے خود ہی اصلاح کا پتا نہ ہو، تو وہ سالک کی کس طرح رہنمائی کر سکتا ہے-
دنیا کی بے ثباتی کی مثال
"المال والبنون زينۃ الحياة ـــ"
مال اور اولاد دنیا کی ظاہری رونقیں ہیں، اور باقی رہ جانے والی چیز صرف نیکیاں ہیں -
1-یہ دنیا کی بے ثباتی اور فنائیت کی عظیم ہے ،جیسے پودے، درخت وغیرہ کوشش و محنت سے نکلتے ہیں ،لیکن اگر ان پر کوئی آسمانی آفت آ جائے ،تو ان کے نیست و نابود ہونے میں کوئی دیر نہیں لگتی، اس طرح انسان دنیا میں بیش بہا محنت کرکے اور پسینہ بہا کر عیش وعشرت کی چیزیں حاصل کرتا ہے، لیکن جب اللہ تعالی ان نعمتوں کو ناشکری کی وجہ سے چھین لیتا ہے ،پھر انسان چند لمحات میں مفلس اور قلاش بن جاتا ہے ،یا دوسری صورت یہ ہے کہ نعمتیں تو باقی رہتی ہیں، لیکن انسان کو دنیا سے اٹھا لیا جاتا ہے، اس لیے انسان کو چاہیے، کہ وہ اس دنیا فانی کو اپنا نصب العین اور مقصد حیات نہ بنائے -
2-یوں تو انسان کی موت کے ساتھ ہی اعمال کا رشتہ کٹ جاتا ہے، لیکن باقی رہنے والی چیز نیک اعمال ہیں، لیکن نیکیوں کا اجر آخرت میں بھی باقی رہتا ہے ،قرآن مجید نے اس کو باقی رہ جانے والے نیکیوں سے تعبیر کیا گیا ہے -
3-اگلی آیات میں قیامت کی منظر کشی یوں کی گئی ہے، کہ انسان کو بروزَ قیامت اسی طرح دوبارہ زندہ اٹھایا جائے گا، جس طرح وہ پہلے پیدا ہوا تھا ،یعنی ننگے بدن ننگے پاؤں اور بغیر ختنہ کیا ہوا ،حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے یہ سن کر رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا ،کیا مرداور عورت سب اسی طرح اٹھیں گے ؟پھر وہ ایک دوسرے کو دیکھ بھی رہے ہوں گے؟ارشاد فرمایا

[7]- صحیح مسلم 1\12 ۔

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.6, Issue.4 (2023)
(October- December)

"اے عائشہ !اس دن معاملہ اتنا سخت گیر ہو گا، کہ کسی کو کسی دوسرے کی طرف دیکھنے کی فرصت تک نہ ہوگی -[8]

4-انسان کے نامہ اعمال میں ہرچھوٹے بڑے عمل درج ہوں گے، اس میں کوئی حیرانی کی بات نہیں ہے، کہ ظاہری طور پر تو نامہ اعمال مقدار کے لحاظ سے اتنا چھوٹا ہو ،کہ لوگوں کے ہاتھ میں تھما دیا جائے ،لیکن دوسری جانب اس کے محفوظ کرنے کی صلاحیت اتنی بڑی ہوئی ہو، کہ زندگی کے تمام اعمال کا احاطہ کئے ہوئے ہو، اور اس میں تمام چھوٹی بڑی باتیں موجود ہوں، اس کی حسی مثال یہ ہے کہ انسان کا دماغ چند تولہ کا ہے، اس کا ایک چھوٹا سا حصہ حافظہ ہے، اور اس میں تمام زندگی کے حالات و واقعات ،بے شمار کتابوں کے مضامین وغیرہ، اور ہزاروں لوگوں کے نام محفوظ ہوتےہیں ،تو اس سے خالق السموات و الارض کے لیے نامہ اعمال کو وجود بخشنا کیا مشکل ہوگا، پھر عصر حاضر میں کمپیوٹر کی ایجاد نے تو اس مسئلے کو سمجھنا انتہائی آسان کر دیا ،ایک معمولی سی چپ(chip) میں سینکڑوں صفحات اور واقعات محفوظ ہو جاتےہیں -

جنات بھی اللہ تعالٰی کی ایک مستقل مخلوق ہیں، جن کی تخلیق سے انسان پوری طرح آگاہ نہیں ہیں ،اور نہ ہی وہ آبادی میں عام انسانوں کو نظر آتے ہیں ،لیکن قرآن مجید کی تصریحات کے متعلق انسان کو اعتقاد رکھنا چاہیے کہ جنات بھی عام انسانوں کی طرح ایک مستقل مخلوق ہیں، انسان کی طرح شریعت کے مکلف ہیں، ان میں توالد اور تناسل کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے- ان میں بھی انسان کی طرح نیک و بد موجود ہیں -

قرآن مجید ان حقائق کو واضح کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات کو بالخصوص انس وجن کو اپنی عبادت کے لیے ہی پیدا کیا ،لہذا جنات اس سے مستثنی نہیں ہیں ۔ارشاد باری تعالی ہے ، "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ"[9]

اولاد ابلیس

لفظ "ذریتہ "سے یہ مفہوم واضح ہوتا ہے کہ شیطان کی اولاد ہے،جبکہ بعض مفسرین کے نزدیک ذریت سے مراد معاون و مددگار ہے ،لہذا ضروری نہیں کہ شیطان کے صلبی اولاد بھی ہو ،لیکن ابلیس کے بارے میں اتنی بات کی یاد رکھنی چاہیے کہ وہ بھی جنات میں سے تھا ،اور تیز آگ سے اس کی تخلیق ہوئی -

"اس کا نام حارث ،عزازیل تھا، جنت کا داروغہ تھا، جنات کی پیدائش آگ کے شعلے سے ہوئی، اورفرشتوں کی پیدائش نور سے ہوئی"۔

اکثر مفسرین کی رائے بھی یہی ہے کہ ابلیس جن تھا ،لیکن سجدے کا حکم صرف ملائکہ کو دیا گیا تھا، اور ابلیس تو جن تھا، پھر اس پر عذاب الہی کیوں ہوا، اس کا جواب یہ ہے کہ یقیناً ابلیس ملائکہ کی جنس سے تو نہ تھا، کیونکہ قرآن میں اس کی تصریح موجود ہے - كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ-[10] لیکن جب اللہ تعالی نے سجدے کا حکم دیا، تو اس وقت وہ ملائکہ کی مجلس میں موجود تھا، اور غیر معلوم مدت تک فرشتوں کے ساتھ تسبیح و تہلیل میں مشغول رہنے کی بنا پر وہ بھی اس حکم کا مخاطب تھا ،وہ خود بھی اس بات کو سمجھتا تھا ۔[11]

---

[8]- صحیح مسلم، کتاب الجنۃ و صفۃ نعیمھا، حدیث نمبر: 2859۔

[9]-(الذاریات،51 :56)

[10]- الکہف:18 :51-

. [11] (2ˊ V) ˋ+ 3 ˜(¼)^ ˋ½⑫ ˊ 153/5

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.6, Issue.4 (2023)
(October- December)

سیدنا حضرت موسی علیہ الصلاۃ وسلام اسرار الہی میں جب حضرت خضر علیہ السلام کی رہنمائی میں چلے، تو آپ علیہ الصلاۃ و السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کا کوئی پتہ غیرہ نہ پوچھا ،بلکہ بغیر تفتیش و تحقیق کے بس ساتھ چل دیئے، آپ کو ذات باری تعالی کی نشاندہی پر مکمل بھروسہ تھا ،لیکن جب حضرت خضر علیہ السلام سے بظاہر خلاف شریعت ایسے امور دیکھے ،کہ باوجود وعدہ صبر کے آپ نے سوال کر ہی دیا-

پھر جب حضرت موسی علیہ الصلاۃ والسلام پر واقعات منکشف ہوئے ،تو آپ نے تسلیم کیا، کہ اس نظام شریعت کے اوپر بھی اللہ تعالیٰ کا کوئی تکوینی نظام چل رہا ہے، ایسے حالات و واقعات نظامِ تکوین میں بنتے اور کھلتے ہیں، اور ان حالات پر مطلع ہونے سے مومن کا ایمان خالق کائنات کی عظمت اور قدرت پر اور بڑھ جاتا ہے ،اہل شریعت پر اگر یہ تکوینی اسرارورموز اسی طرح کھلیں، جس طرح طریقت والوں پر کھلتے ہیں، تو ان کے لیے تشریعی خدمت کا بجا لانا انتہائی مشکل ہو جائے-

حضرت شیخ عبدالعزیز دباغ فرماتے ہیں:

"شریعت والوں کے علوم دوسرے ہیں ،اہل تکوین کے لئے واقعات و حالات کا علم ضروری ہے ،اہلِ تشریع کے لیے صرف قانون الہی کی دفعات کا جاننا ضروری ہے ،بلکہ اگر اہل تشریع کو تکوینی واقعات علم ہو ،تو ان کے لیے تشریعی خدمت کا انجام دینا مشکل ہو جائے ،جیسا کہ اگر حضرت موسی علیہ السلام کو ان مغیبات کا علم ہوتا، جو حضرت خضرعلیہ السلام کو معلوم تھے ،تو وہ تشریع پر ناگواری اور گرفت کو ضبط نہ کر سکتے، سیدنا داؤد علیہ الصلاۃ والسلام کے واقعات کا نتیجہ بھی یہی تھا، کہ حضرت داؤد علیہ الصلاۃ والسلام سے واقعہ کا علم مخفی رہا، لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام نے تدبیر کے ذریعے اس کا پتہ چلایا، مگر ذاتی علم ان کو بھی نہ تھا ،صاحبِ تشریع کے لیے علم غیب کمال نہیں ،بلکہ ان کا کمال علم غیب نہ ہونے میں ہے ،اور اللہ تعالیٰ کا قانون" الا لہ الخلق والامر" اس کی رہنمائی کر رہا ہے ،گو ان دونوں کے علوم جدا جدا اور کبھی بظاہر متضاد بھی ہوتے ہیں، لیکن تشریع کا محکمہ افضل ہے کہ نظامِ عالم کی بقاءاسی پر ہے، اور اجتہاد عقل اور فہم کا امتحان بھی اسی میں ہے۔[12]

اہل تکوین اپنے معاملے میں تحت الامر ہوتے ہیں:

ایسا ہرگز نہیں ،کہ اہلِ تکوین کو کچھ خدائی ذمہ داریاں سونپی جاتی ہیں، بلکہ اہلِ تکوین بھی اسی طرح تحت الامر ہیں، جس طرح فرشتے اللہ کے حکم سے ذرہ بھر بھی ادھر ادھر نہیں ہو سکتے، جس طرح اللہ کے فرشتے اللہ کی اجازت کے بغیر نہیں چلتے ،اور لفظ" کن" کہہ کر جہان بنانا صرف رب کائنات ہی کی شان ہے-

اہل تکوین سے بظاہر خلاف شریعت اگر امور صادر ہو ں،جو مخلوق خدا کی استطاعت میں نہیں ،تو اسے ہرگز بندے کا فعل نہ سمجھیں ،بلکہ بندہ اللہ تعالی کی ذات میں فنا ہوا، اب وہ اپنی ذات سے نہیں ،بلکہ اس کے کہنے سے کہتا ہے، دیکھنے میں یوں معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ بندہ بول رہا ہے -

'' گفتہ او گفت اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبداللہ بود''

جس طرح لوہے کے ٹکڑے کو آگ میں ڈال دیتے ہیں, اور ہر طرف سے آگ کے شعلے اس کا احاطہ کرلیتے ہیں، بلکہ آگ کے باریک اجزاء اس لوہےکے نفس جوہر میں داخل ہو کر اس کا رنگ اور شکل کو اپنا جیسا بنا لیتے ہیں، جلانا اور گرمی پیدا کرنا جو کہ آگ کی خاصیت میں سے ہے، یہ چیزیں لوہے میں بھی پیدا ہو جاتی ہیں، تو لوہے کا ٹکڑا اس وقت ضرور آگ کے انگاروں میں شمار ہونے لگتا ہے، نہ اس وجہ سے کہ وہاں اپنی حقیقت کو ترک کرکے آگ کی حقیقت سے

---

[12]- ڈاکٹر خالد محمود آثارالاحسان،محمود پبلیکیشنز اسلامک ٹرسٹ لاہور، صفحہ 141

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.6, Issue.4 (2023)
(October- December)

بدل گیا، کیوں کہ یہ عمل تو صراحتاً بے اصل ہے ،بلکہ اس وقت لوہےکا یہ ٹکڑا فی الحقیقت لوہا ہی ہے ،لیکن آگ کےاحکام اور آثار اس پر مرتب ہو رہے ہیں، لیکن کیونکہ آگ نے لوہے کے اس ٹکڑے کو اپنی آغوش میں لے کر سلطنت کاتخت قرار دے رکھا ہے، اس لیے آگ کےاحکام اور آثارلوہے کے ٹکڑے کی طرف نسبت کیے جا سکتے ہیں۔

اور آیت کریمہ" فاراد ربک" اور" وما فعلتہ عن امری ----الکہف ترجمہ :اور یہ میں نے اپنے امرسے نہیں کیا ، میں اس کیفیت کا بیان اور اس کی طرف اشارہ ہے -

حضرت خضر علیہ السلام کے الفاظ" فاراد ربک ----ترجمہ :تیرے رب کا یہ ارادہ تھا، کہ دونوں بھائی اپنی جوانی کو پہنچیں، اور اپنا دفن شدہ مال نکال لیں ،اسی ارادہ الہیٰ کاذکر ہے ،اسی کا نام "تحت الامر "ہے ،جس کے تحت اہل تکوین اپنی کوئی بات کرتے یا کوئی کام انجام دیتے ہیں، وہ اپنے تمام امور میں خود صاحب اختیار نہیں ہوتے، بلکہ امر الہی کے تحت ہوتے ہیں ،اسی طرح جو کام اللہ کے امر سے کرنا ضروری تھا، تو حضرت خضر اس پر کیسے مزدوری لیتے ؟-

یہاں پر اہل ولایت کی کچھ نشاندہی قرآن کریم کی روشنی میں کر دی گئی ہے ،یہ اہل ولایت اربابِ خدمت میں بھی ہوئے ہیں، اور اہل طریقت میں بھی-

اور یہ بات بھی جاننا ضروری ہے کہ طریقت کے ماخذ شریعت کے ماخذ سے کوئی الگ نہیں ہیں-[13]

واقعہ حضرت موسی وخضر علیھما السلام میں یہ ایک عظیم نشانی دکھائی گی -

1-کہ شیطان کی چا لوں میں پھنس کر انسان غلطی میں مبتلا ہو جاتا ہے ،ان میں سے ایک یہ مثال بھی ہے ،کہ وہ باتوں کو بھلا دیتا ہے، اور یہی معاملہ حضرت یوشع علیہ ا لصلاۃ والسلام کے ساتھ پیش آیا، کہ پانی کے اندر مچھلی نے ایک سرنگ نما راستہ بنایا ،اور حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مرد وں کو زندہ کرنے کی کیفیت آنکھوں سے دکھلائی، کیونکہ بعد میں ان کو نبوت سے نوازا جانا تھا، اور اگر یہ واقعہ فرعون کی غرقابی سے پہلے کا ہو ،تو پھر اس جانب بھی اشارہ کیا گیا ،کہ جیسے مچھلی کے لیے سمندر میں راستہ بن گیا ہے، اسی طرح فرعون کے زمانے میں اہل ایمان کے لئے بھی سمندر میں راستہ بنا کر ان کو نجات دے دی جائے گی-

2-حضرت موسی علیہ الصلاۃ والسلام بحیثیت نبی علمِ تشریعی سے واقف تھے، تاہم خلافِ شریعت امور کے صادر ہونے پر ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا ،اس لیے انہوں نے روکنا اور ٹوکنا شروع کر دیا -

3-اسی طرح اس واقعہ سے تعلیم و تعلم کا اہم ادب بھی معلوم ہوا ،کہ شاگرد اپنے استاد سے، اور مرید اپنے مرشد سے اگر فائدہ اٹھانا چاہتا ہے، تو اس کے لیے انتہائی ضروری ہے ،کہ وہ اپنے استاذ و مرشد کی تمام خلاف طبیعت باتوں پر صبر سے کام لے ،اور جائز امور میں ان کی فرمانبرداری کرے-

4-اسی طرح اگر مرشد کسی مصلحت کی بنا پر مناسب سمجھے، تو مرید کو روک کر سوال کرسکتا ہے، لیکن اس کے ساتھ اس کی یہ بھی ذمہ داری ہے ،کہ حق کے متلاشی کے ذہن میں جو شکوک و شبہات پیدا ہوئے ہیں، اسےنکالے اور اس کو مطمئن کریں -

عصر حاضرکے تناظر میں

حضرت خضر علیہ السلام کا کشتی میں شگاف پیدا کر دینا ،اور بچے کو قتل کر دینا ،ایسے کام تھے ،جو شرعاً حرام اور ناجائز تھے، اس کے ساتھ ہی حضرت خضر علیہ السلام نے یہ بھی وضاحت کر دی ،کہ یہ تمام کام میں نے اپنے مرضی سے نہیں کیے، بلکہ "تحت الامر "حکم الہی سے کئے ہیں، کیوں کہ اللہ کی نازل کردہ شریعت میں کسی کو تبدیلی کا حق نہیں ہے-

---

[13]- ایضاً،حوالہ بالا،ص،142۔

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.6, Issue.4 (2023)
(October- December)

موجودہ دور میں بعض مسلم حکومتیں خلاف شریعت قانون بناتی ہیں، اور اسی طرح بعض جھوٹے نام نہاد پیر اور فقیر کہتے ہیں ،کہ اب میں شریعت کے احکام سے بالکل آزاد ہوگیا ہوں، ہماری نماز آسمانوں ادا کی جا رہی ہے، اور بہت سے خلاف شرع امور کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں ،یہ سب گمراہی ہے ،سوچنے کی بات یہ ہے، حضرت خضر علیہ السلام نبوت کے مقام پر فائز ہیں، لیکن اس کے باوجود بھی انہوں نے اس حقیقت کی وضاحت ضروری سمجھی، اور بتلایا،کہ شریعت کے احکام میں کسی کو کوئی تبدیلی کا حق نہیں، البتہ میرا یہ کام اللہ تعالی کے احکام پر مبنی تھا -[14]

- حضرت ذوالقرنین نے دیوار بنانے کے بعد اس قوم سے کہا ،کہ اب یاجوج ماجوج اس دیوار پر نہ چڑھ پائیں گے، اور نہ اس میں سوراخ کر سکیں گے، البتہ جب حکم الہی ہوگا ،تو یہ دیوار بھی ریزہ ریزہ ہو جائے گی ،اور تصوف کا خلاصہ بھی یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالٰی کے حکم کی مطیع اور فرماں بردار ہے، اور ہر عمل کا صادر ہونا "تحت الامر" ہے-
- روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ذوالقرنین ایک نیک وصالح بادشاہ تھے، لیکن نبی نہ تھے، اور اللہ تعالی نے ان کے دل میں یہ بات القاءکردی ،کہ وہ ان کے ساتھ جو چاہے، سلوک کریں ،اور جیسا کہ یہی معاملہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والدہ کے ساتھ پیش آیا ،کہ اللہ تعالٰی نے ان کی ماں کے دل میں یہ بات القا کی" و اوحینا الی ام موسی ---الخ-
- اور یہ اعلان کیا کہ جو نیک اعمال کریں گے، آخرت میں بھی ان کے لیے بہترین بدلہ ہو گا ،اور دنیا میں بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے گا-
- آخر میں حضرت ذوالقرنین نے ان کو یہ بات بھی سمجھائی، کہ انسانی حفاظت کے لیے ہم نے تدبیر تو کر دی ہے، لیکن حکم الہی کے سامنے اس کی کوئی حقیقت نہیں، جب اللہ تعالی کا حکم ہو گا، تو یہ لوہے کی دیوار بھی ریزہ ریزہ ہوجائے گی ،اور توکل کے معنی بھی یہی ہے ،کہ انسان دنیا کے اندر دنیا کے تمام اسباب اختیار کرے ،اور نتائج اللہ تعالیٰ کی ذات پر چھوڑ دے -
- اور پھر آخرت کی منظر کشی کرتے ہوئے فرمایا، کہ قیامت تک یاجوج ماجوج دیگر قبائل کے ساتھ برسر پیکار رہیں گے، جیسا کہ دریا کی موجیں ایک دوسرے سے ملتی رہتی ہیں، اور علیحدہ ہوتی رہتی ہیں، ان کا حال بھی ایسے ہی رہے گا ،یہاں تک کہ قیامت کا صور پھونک دیا جائے، اور آخرت کا نظام قائم کر دیا جائے گا-

<u>آخری رکوع، افحسب الذین کفروا ان یتخذوا -----میں اشاراتِ تصوف</u>

1ارشادِ ربانی ہے،کہ دنیا میں جن کفار کی آنکھوں پر میری یاد سے پردہ پڑا ہوا تھا، انہوں نے میری باتوں کو قبولیت کے جذبہ سے نہیں سنا تھا ،ہم دوزخ کو ان کفر کرنے والوں کے سامنے لائیں گے، اسی طرح جن کفارنے مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنا کارساز بنا لیا، بروز قیامت ہم دوزخ میں ان کی مہمانی کریں گے -

مہمان نوازی تو اچھی چیز ہے ان کفار کے لیے دوزخ میں مہمان نوازی بطور طنز کے طور پر ہے

2-اسی طرح بروز قیامت سب سے خسارہ اٹھانے والے وہ لوگ ہوں گے، جو اپنے زعم میں اچھے کام کرتے رہے ،ان کی دنیاوی زندگی کی تمام کوششیں بے کار ہو جائیں گی، یہی وہ لوگ ہیں، جو اپنے پروردگار کی

[14]- مولانا ،خالد سیف اللہ، رحمانی، آسان تفسیر قرآن مجید، ناشر، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند سہارنپور یوپی ،سن اشاعت 2015 ،ص 850۔

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.6, Issue.4 (2023)
(October- December)

نشانیوں اور ملاقات کا انکار کرتے تھے، ان کے سارے اعمال اکارت ہو کر رہ جائیں گے، قیامت کے دن ان کے اعمال کا کوئی وزن نہ ہوگا-
کسی قوم یا فرد کے لیے سب سے خطرناک بات یہ ہے ،کہ وہ دنیا میں خلاف، شریعت امور کا ارتکاب کر کے اس غلط فہمی میں مبتلا رہے ،کہ انہوں نے صحیح راستہ اختیار کر رکھا ہے-

مذکورہ بالا آیات سے دو باتیں معلوم ہوئیں----
پہلی بات یہ ہے کہ جو شخص دنیا میں خدمت خلق یا اخلاقی مروت کے اعتبار سے اچھے کام کر جائے- لیکن اگر وہ ایمان کی دولت سے محروم ہو،تو آخرت میں اس کے لئے کوئی اجر نہ ہوگا، یہ ممکن ہے کہ دنیا میں عزت اور دولت کی صورت میں انہیں کچھ فائدہ پہنچ جائے-
دوسری بات یہ ہے، جو لوگ ایمان کی دولت سے محروم ہیں، ان کے اعمال کا وزن قیامت کے دن نہیں کیا جائے گا، اس لیے کہ ان کا جہنمی ہونا متعین ہے ،البتہ جن اہل ایمان کی نیکیاں بھی ہوں اور گناہ بھی، ان کے اعمال کا وزن کیا جائے گا، تاکہ ان کو معلوم ہو جائے ،کہ ان کی نیکیاں زیادہ ہے ،یا برائیاں-

ان الذین امنو وعملو االصالحات کانت لھم جٰنت الفردوس نزلا ---
یقینا جو لوگ ایمان لائے ،اور اعمال صالحہ کیے، ان کی مہمان نوازی جنت الفردوس کے باغات ہوں گے، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے، کہیں اور جانے کے لیے ان کا جی نہیں چاہے گا -
دنیا میں انسان کو جتنی بھی آسائشیں میسر ہوں ،لیکن کچھ عرصہ گزارنے کے بعد انسان اکتاہٹ محسوس کرنے لگتا ہے، لیکن جنت ایسی خوشگوار اور پرلطف جگہ ہوگی ،کہ جنتی لوگ وہاں سے کہیں اور جانا پسند ہی نہ کریں گے -
قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحَى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا "[15] ترجمہ:کہہدیجئے میں بھی تمہاری طرح ایک بشر ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے جو بھی اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اعمال صالحہ کرے اور اپنے رب کی عبادت کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے-
ان آیات میں یہود و نصاری کے عقائد و اقوال کی تردید کی جا رہی ہے، یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو جب کے نصارٰی حضرت عیسی علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیتے تھے، چنانچہ ان کے رد میں اللہ تعالٰی نے نبی اکرمﷺ پر قرآن نازل کرکے بہت بڑی نصیحت کی ہے،فرمایا" یہ وہ کتاب ہے، جس کے ذریعے تمام بندگانِ خدا کفر کی تاریکیوں اور اندھیروں سے نکل کر نور کی روشنی کی طرف آ سکتے ہیں اور فرمایا یہ وہ کتاب ہے ،جس میں کسی قسم کی کمی اور کجی نہیں ہے، اور یہ کتاب صالحین کو خوشخبریاں سنانے والی اور مخالفین اور متکبرین کو دردناک عذاب سنان والی ہے، جو لوگ اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں، اور اعمال صالحہ بجالاتے ہیں، ان لوگوں کو یہ کتاب ابدی زندگی کی نوید سناتی ہے، اور اس جنت کی بشارت دیتی ہیں، جس کی نعمتیں دائمی، ابدی غیر فانی ہیں، اور جو لوگ خدا کے ساتھ شریک کرتے ہیں ،جیسے مشرکین مکہ جو فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں ،اورجہالت کی بنیاد پر اپنی آباء و اجداد کی پیروی میں ایسی باتیں کہتے ہیں، جو بے بنیادہر جھوٹ پر مبنی ہیں -

---

[15]- الکہف:18: 110-

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.6, Issue.4 (2023)
(October- December)

خدا وند کریم اس سورۃ کے پہلے حصے میں معجزات کی حقیقت کے بارے میں بتاتا ہے کہ در اصل وہ کونسا اعجاز ہے جو معجزہ کہلانے کا حق رکھتا ہے - سورۃ کے شروع میں اللہ پاک اپنے نبی آخر ﷺ سے کلام کرتا ہے کہ اے نبی ہم نے آپ کی طرف وہ کتاب نازل کی جس میں کوئی جھول نہیں ہے، جو ہر طرح کے عیب، غلطی اور غلط بیانی سے پاک ہے - جو اتنی جامع اور واضح ہدایت کرنے والی ہے کہ دنیا کے سارے انتشار کو ایک راہِ حق پر لانے کی صلاحیت رکھتی ہے - خدا اپنے نبی کی طرف بھیجے گئے پیغام کی حقانیت کو واضح کرتا ہے کہ یہ ہی حق ہے اور اس کے علاوہ جو کچھ بھی لوگ کہتے یا سنتے ہیں وہ عیب اور جھول سے خالی نہیں ہو سکتا - خدا وند تعالی اپنے رسول کو انکے مقصد اور پیغام کے بارے میں تسلی دینے کے بعد کہتا ہے کہ اے نبی آپ اس غم میں خود کو کیوں بے چین رکھے ہوئے ہیں کہ کہیں گمراہ لوگ گمراہ ہی نہ رہ جائیں جبکہ یہ خدا ہی کا کام ہے کہ وہ آپ کے پیغام کی حقانیت ثابت کرے گا اور جو گمراہ ہے اس کو اسکا نتیجہ ملے گا اور جو تسلیم ہونے والا ہے اسکو اسکے رب کی طرف سے خوشخبری ملے گی -

پھر خدا تعالی اصحاب کہف کے قصے کو اپنے نبی سے بیان فرماتا ہے جس کو ہر خاص و عام ایک عجیب و غریب قصہ تصور کرتے ہیں - خدا اپنے حبیب کو واضح طور پر بتاتا ہے کہ خدا کی عظمت اور اختیارات کے دائرے میں یہ کوئی ایسی عجب بات نہیں کہ چند نوجوان سینکڑوں سال گہری نیند سوتے رہے اور پھر صحیح و سالم ایک غار سے برآمد ہو گئے - اصل معجزہ تو وہ ہدایت ہے جو اللّٰہ مومنوں کے دل میں ڈالتا ہے، وہ ایمان ہے جس کے تحت مومن بجز خدا کسی سے ڈرتا نہیں اور ظالم حکمران کے سامنے کلمہ حق بلند کرتا ہے - اصل حیرت کی بات تو وہ یقینِ کامل ہے جو ان غار میں پناہ لینے والوں کو اپنے خدا کی ذات پر تھا اور وہ اپنا سب کچھ چھوڑ کر اس یقین کا سہارا لے کر اپنے نظریے کی حفاظت کرنے کیلئے کفر و جہالت کی سر زمین چھوڑ آئے - یہ ہمت اور حوصلہ اصل اعجائب ہیں - پھر خدا بار بار یہ واضح کرتا ہے کہ وہ تمام افراد جوان تھے، اپنی عمر کے اس حصے میں تھے جس میں انسان بہت سی خواہشات اور خواب رکھتا ہے، جب بہت سے لوگ ہمیں متاثر کر سکتے ہیں لیکن ان نوجوانوں نے حق کی خاطر اپنی پر آسائش زندگیوں کو قربان کر دیا کیونکہ انکی حق پرستی کی وجہ سے بادشاہِ وقت انکی جان کے در پہ تھا - اور جب وہ نوجوان اپنے نظریے کا اعلان بادشاہ اور تمام شہر والوں کے سامنے کرتے ہیں تو خدا ان کے دلوں کو انکے ایمان پر مضبوطی سے جما دیتا ہے، انکے حوصلے کو بلند کرتا ہے اور انکو ایکدوسرے کے ساتھ جوڑے رکھتا ہے پھر نہ انکا ایمان لڑکھڑاتا ہے نہ وہ اپنی بات سے پھرتے ہیں - یہ حوصلہ اور یہ ثابت قدمی درحقیقت اللّٰہ کی نشانیوں میں سے ہیں جو وہ انکو عطا کرتا ہے جو ساری دنیا سے کنارہ کر کے بھی اپنے خدا کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے اور اسی سے مدد مانگتے ہیں –

جب وہ بادشاہ کے شر سے پناہ مانگتے ہوئےخدا سے دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمارے لئے ہمارے معاملے کو بہترین بنا دے تو خدا تعالی انکو غار میں پناہ دیتا ہے اور انکو وہاں پر پرسکون نیند سلا دیتا ہے، اس خوف و ہراس میں انکے لئے اطمینان کو ممکن بناتا ہے اور وہ ہے خوف و خطر سو جاتے ہیں ایسے جیسے انسان اپنے گھر کے آرام دہ ماحول میں سوجاتا ہے - اور بادشاہ اور اسکے کارندوں کا راستہ روکنے کا سامان بھی خدا خود کرتا ہے - غار کے باہر ایک کتا مقرر کر دیتا ہےجو آنے والوں کیلئے خوف و ہراس کا باعث بنتا ہے اور کوئی بھی غار میں جانے کی جرات نہیں کرتا - یہاں یہ. نکتہ قابلِ غور ہے کہ خدا اپنے برگزیدہ بندوں کو انکے مقصد میں کامیاب کرنے کیلئے کائنات کے نظام بدل دیتا ہے - اس نے ان ساتھیوں کو سالہاسال گہری نیند سلائے رکھا اور کسی کو خبر بھی نہ ہوئی نہ انکو کوئی نقصان پہنچا - کتا جو کہ

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.6, Issue.4 (2023)
(October- December)

نجس تصور کیا جاتا ہے خدا نے ایمان والوں کے توسط سے اسکو بھی ایک پاکیزہ ذمہ داری عطا کی اور اس نیک اور عظیم مقصد میں شامل کیا - یوں اللہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے -

یہ حوصلہ اور ثابت قدمی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے جو ان کو عطا کرتا ہے جو ساری دنیا سے کنارہ کر کے بھی اپنے رب کی رحمت سے نا امید نہیں ہوتے۔ اور اسی سے مدد چاہتے ہیں یعنی توکل علی اللہ پر یقین کامل رکھتے ہیں دوسرا اخلاص نیت ہی ہے کہ غار کا خوف و ہراس ان لوگوں کے لیےتسکین قلب کا باعث بن جاتا ہے۔نیز یہ حضرت موسی علیہ اسلام کا اخلاص نیت ہی تھا کہ دوردراز کا سفر طے کر کے حضرت خضر علیہ اسلام کے پاس حصول علم کے لیے جاتے ہیں۔ اس سورۃ مبارکہ میں صبر کےمتعلق بھی اشارہ ہے ۔ کہ انسان بے صبرا واقع ہوا ہے۔ حضرت خضر علیہ اسلام نے جو کام سر انجام دیے مشعیت الٰہی سے کیے تھے۔ لیکن حضرت موسی علیہ اسلام نے بار بار سوال کیا ایسا کیوں ہے ۔ مزید اسے فقر واضح ہوتا ہے کہ بستی والوں نے دعوت سے انکار کیا لیکن وہاں حضرت خضر علیہ اسلام نے یتیم بچوں کی بھلائی کے لیے دیوار تعمیر کر دی ۔ بستی والوں کے ناروا سلوک کے باوجود نیکی کی ۔ کشتی میں سوراخ کر دیا بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ غلط کام تھا۔ لیکن جہاں ہماری سوچ ختم ہوتی ہے وہاں سے پروردگار کی حکمت شروع ہوتی ہے اللہ تعالیٰ یہ حکمت اپنے محبوب بندوں کے دل میں القاء کرتا ہے یہ وہ مقام ہے جہاں حجاب کے پڑدے اٹھ جاتے ہیں اور اولیاء اللہ کی نظر وہاں تک پہنچ جاتی ہیں جہاں عام انسان کی نگاہیں پہنچنے سے قاصر ہیں۔ کشتی میں سوراخ بظاہر غلط کام تھا لیکن اسی کام نے ملاح کی کشتی کی حفاظت کی پھر خضر علیہ اسلام کا بچے کو جان سے مار دینا بظاہر فعل بد دکھائی دیتا ہے لیکن یہ اللہ کی طرف سے یہ نیک والدین کے لیے اچھائی تھی کہ اللہ نے ان کو بہتر اولاد سے نوازنا تھا لکن یاد رہے کہ ہر شخص کو قانون اپنے ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں یہ صرف اولیاء اللہ کا اعزاز اور اللہ کا اعجاز ہے۔ اس سورۃ مبارکہ میں دنیاکی بے ثباتی کا ذکر بھی ہے کہ انسان کو غرور کسی صورت بھی جائز نہیں ہیں۔ کہ وہ شخص جسے اللہ پاک نے دنیا کی نعمتوں سے نوازا تھا اس نے غرور کیا انشاء اللہ نہ کہتا لیکن یہ تکبر اللہ کو ہرگز پسند نہیں کیونکہ کوئی کام بھی اللہ توفیق اور مرضی کے بغیر نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ ایک پتا بھی نہیں ہل سکتا ہم سانس لینے پر قادر نہ ہیں تو پھر غرور کس بات کا۔ کبریائی صرف اللہ کو زیبہ ہے۔ اور سورت مبارکہ میں توبہ کی طرف بھی اشارہ ہےیعنی اللہ کی طرف رجوع کرے جو اللہ کی طرف توکل علی اللہ کرتا ہے تو اللہ اسے ایسا فہم و ادراک دیتا ہے وہ دیوار بھی بنا دیتا ہے ۔ اس سورۃ مبارکہ میں ہمیں یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ ہم اللہ کی رضا پر راضی رہیں یعنی فقر اختیار کریں کیونکہ اس کی حکمتیں لا محدود ہیں۔ اس راہ میں کتنی ہی مشکلات کیوں نہ ہوں انہیں برداشت کریں جیسا کہ حضرت موسی علیہ اسلام نے حضرت خضر علیہ اسلام سے علم حاصل کرنے کے لیے طویل سفر کیا۔ علم کی منزل بہت کٹھن ہے اس کے لیے صبر کی ضرورت ہے۔ جب انسان صبر کرتا ہے تو اسے قرب الٰہی بھی حاصل ہوتا ہے اور علم کے دروازے بھی وا ہو جاتے ہیں۔ اس سورۃ مبارکہ میں اصحاب کہف کے واقعے سے ہمیں یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ دنیا کی زندگی پلک جھپکنے میں گزر جاتی ہے کہ تین سو سال تک پڑے رہے لیکن انہیں محسوس ہوا کہ ایک دن یا اس سے بھی کم وقت پڑے رہے اسی طرح انسانی زندگی ہے روز محشر انسان کو یوں محسوس ہو گا کہ اس کی کئی سالہ زندگی گویا ایک لمحہ یا ایک پل تھا اسی لیے چاہے کہ چند روزہ زندگی کو غنیمت جانیں اعمال صالحہ کی کی طرف بڑھیں نہ کہ یہ چند سال بعد نیکی کی طرف راغب ہوں گے اس کا نچوڑ سورۃ عصر بھی ہے یہ لوگ ایمان لائے نیک عمل

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.6, Issue.4 (2023)
(October- December)

کیے حق کی تلقین کی تو زمانہ دشمن ہو گیا لیکن اللہ پاک نے انہیں اپنی امان میں لے لیا اوراس طرح غار میں انہیں سلا دیا جیسے ماں کی گود بچہ پر سکون نیند سوتا ہے۔

جب ادراک الٰہی ہو جاتا ہےاور بند ے کو اپنی ذات کا شعور ہو جاتا ہے -تو انسا ن کو اپنی ذات کا شعور بھی ہو جاتا ہے کہ انسا ن تو کچھ بھی نہیں جو کچھ بھی ہے اللہ ہی ہے- جب اللہ کی بڑائی کا احساس ہوتا ہے تو اس میں بلا کا اعتماد پیدا ہو جاتا ہے تو پھر وہ کسی بھی طاقت و قو ت سے نہیں ڈرتا اور نہ ہی ظالم حکمران کے آگے جھکتا ہے تو وہ اشرف المخلوقات کا درجہ پا لیتا ہے اور جب قرب الٰہی حاصل ہو جاتا ہے تو وہ اخلاص کے اعلی ترین درجے پر فائض ہو جاتا ہے - اللہ اس سے اتنی محبت کرتا ہے کہ عبد ہوتے ہوئے بھی اپنی جوار رحمت میں بلا کر اپنا دیدار کرواتا ہے-

اس سورۃ مبارکہ میں ذکر ہےجب سورج چڑھتا تو اصحاب کہف کے غار کو چھوڑ کر دوسری طرف چلا جاتا اس سے ثابت ہو تا ہے کہ کائنات کی ہر چیز اللہ کے تابع ہے اگر ہم اللہ کے تابع ہو جائیں تو کائنات کی ہر شے ہمارے تابع ہوجاتی ہے یہی تسخیر کائنات ہے - اس کی دوسری مثال غار ثور کے اوپر مکڑ ی کا جالا بن جانا کہ کفار مکہ عین غار کے دہانے پر پہنچ کر رکے بھی مگر مکڑ ی کے جالے نے ان کی عقل پر پڑدے ڈال دیے اور وہ سمجھے غار کے اندر کوئی موجود نہ ہے-

سورۃ ہذا میں قصہ آدم و ابلیس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہم ہمیشہ اللہ کی اطاعت و فرمابرداری میں زندگی گزاریں- وگرنہ برسوں کی عبادت و ریاضت رائیگاں چلی جاتی ہے - ابلیس کو اس کے تکبر نے مار دیا اور آدم علیہ اسلام کو اللہ پاک کے عطا کیے ہوئے علم نے مسجود ملائک بنا دیا-

اولیاء اللہ کی بارگاہ وہ مقام ہے جہاں مردہ دل زندہ ہو جاتے ہیں - جیسے کہ حضرت موسی علیہ اسلام کی تلی ہوئی مچھلی زندہ ہو گئی- ولی کی ذات وہ ہے جو محض رضائے الٰہی کے لیے دنیا کی تمام تر اسائشوں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں ذات الہی کی حقیقت ان پر واضح ہو جاتی ہے کہ وہ دنیا کے یزید اور فرعونوں سے اس طرح ہےخوف ہوتے ہیں کہ سات افراد بھی سات لاکھ پر بھاری پر جاتے ہیں- ولیوں کی چوکھٹ وہ چوکھٹ ہے جسے ہم دھوبی کھاٹ کہہ سکتے ہیں - جس طرح دھوبی کپڑوں کو دھو کر اس کو میل کچیل سے پاک کر دیتے ہیں اس طرح ولیوں کی چوکھٹ پرآئے ہوئے دنیاکی الائشوں سے اس طرح پاک ہو جاتے ہیں جیسے بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو- یعنی اللہ کے ولیوں سے نہ آپ کے دل پوشیدہ رہ سکتے ہیں نہ آپ کی سوچ نہ آ پ کے خیال- حد یہ ہے کہ ان کا ساتھ آپ کو قرب الٰہی دے دیتا ہے ان کے دامن سے وابستہ کتا بھی جنت کا مقیم بن جاتا ہے انسا ن تو پھر اشرف المخلوقات ہے - ادراک الٰہی اس کے سامنے دن کی طرح روشن ہو جاتا ہے وہ فرش نشین ہوتے ہوئے بھی عرش کی باتیں کرنے لگ جاتا ہے-وہ اپنے پاک جسم کو لے کر اس طرح بارگارہ الٰہی میں حاضر ہو جاتا ہے کہ رب اعلی خود پکار اٹھتا ہے کہ

" اے نفس مطمئنہ میں تجھ سے راضی تو مجھ سے راضی آ جا میری جنت میں میر ے محبوب لوگوں کے حلقے میں"تم تو وہ ہو جو مری رضا میں اس طرح گم ہوئے کہ تمہارے لیے تمام رنج و غم بے نام ہو گئے کبھی ابراہیم کی چھری تلے کبھی آگ کے الاوکے سامنے تو کبھی کربلا میں سب کچھ گنوا کر مسکراتے ہو اور تمہارے لب پر یہ جاری ہوتا ہے ''انا للہ و انا الہ راجعون''-

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.6, Issue.4 (2023)
(October- December)

حوالہ جات

- أبو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين التيمي الرازي الملقب بفخر الدين الرازي خطيب الري (المتوفى: 606هـ) ومفاتيح الغيب دار إحياء التراث العربي - بيروت
الطبعة: الثالثة - 1420 هـ ، 303/20-
2- صحیح مسلم 12/1 ۔
[3]- صحیح مسلم، کتاب الجنۃ و صفۃ نعیمھا، حدیث نمبر: 2859۔
[4]-(الذاریات،51 :56)
[5]- الکہف:18 :51-
[6] -ابن کثیر عماد الدین 153/5
[7]- ڈاکٹر خالد محمود آثارالاحسان،محمود پبلیکیشنز اسلامک ٹرسٹ لاہور، صفحہ 141
[8]- ایضاً،حوالہ بالا،ص،142۔
[9]- مولانا ،خالد سیف اللہ، رحمانی، آسان تفسیر قرآن مجید، ناشر، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند سہارنپور یوپی ،سن اشاعت 2015 ،ص 850۔
[10]- الکہف:18: 110-
[11]. 153/5
[12]- ڈاکٹر خالد محمود آثارالاحسان،محمود پبلیکیشنز اسلامک ٹرسٹ لاہور، صفحہ 141
[13]- ایضاً،حوالہ بالا،ص،142-
[14]- مولانا ،خالد سیف اللہ، رحمانی، آسان تفسیر قرآن مجید، ناشر، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند سہارنپور یوپی ،سن اشاعت 2015 ،ص 850
[15]- الکہف:18: 110-